حج بیت اللہ اور قربانی کا فلسفہ

(خطبہ عید الاضحیہ فرمودہ ۲۸؍ اپریل ۱۹۹۶ء بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ، انگلستان)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا

اور پھر فرمایا:

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے سورۃ الحج کی ۳۵ تا ۳۸ آیات ہیں جن میں عید الاضحیہ کا فلسفہ بیان فرمایا گیا ہے یعنی وہ عید جو قربانیوں کی بعد آتی ہے وہ عید کیا ہوتی ہے؟ ان قربانیوں کی حقیقت کیا ہے جو اس عید کے موقع پر پیش کی جاتی ہیں؟ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا فرمایا ہم نے ہر قوم کے لئے، ہر امت کے لئے قربانی کا ایک طریق مقرر فرمایا ہے یہ جتنی بھی دنیا میں مذہبی قومیں آئی ہیں ان میں سے ہر قوم کو خدا تعالیٰ نے ان کا مخصوص قربانی کا طریق سکھایا۔ لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ تا کہ وہ اللہ کا نام پڑھا کریں اس پر جو خدا تعالیٰ نے انہیں بطور رزق عطا فرمایا ہے۔ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ چوپائے مویشیوں میں سے یعنی مویشی چوپائے جو انہیں بطور رزق عطا فرمائے ہیں اور بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ میں درحقیقت انسانی زندگی کے تمام سہاروں کا جو رزق کے سہارے ہیں ذکر فرما دیا گیا ہے کیونکہ دودھ بھی انہیں جانوروں سے ملتا ہے اور گوشت بھی انہیں جانوروں سے میسر آتا ہے، کھالیں بھی انہیں جانوروں کی استعمال کی جاتی ہیں۔ غرض یہ کہ کاشت کے لئے بھی یہی جانور استعمال ہوتے آئے ہیں۔ پس وہ گندم کی ضرورت ہو یا روٹی کی یا

پانی کی اور دودھ کی ضرورت بھی مہیا کر دیتا ہے۔تمام تر انسانی زندگی کا انحصار چو پائے مویشیوں پر ہے فرمایا وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ کہ ہم نے یہ قربانی کے طریق سکھائے ہیں ایک خاص مصلحت کے پیش نظر فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اور تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے یعنی جو جانوروں کا خدا ہے وہی تمہارا خدا بھی ہے۔وہ جانور جن کو تم قربان کرتے ہو وہ بھی اسی خدا کی مخلوق ہیں جس خدا کی تم مخلوق ہو۔فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا اس کے حضور فرمانبرداری کرتے ہوئے جھک جاؤ،اسی کے سپرد اپنا سب کچھ کر دو وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ اور وہ لوگ جو عاجزی کرتے ہیں انہیں خوشخبری دے دے۔

اس آیت میں جو عظیم نصائح فرمائی گئی ہیں وہ انسانی زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہیں۔سب سے پہلے تو قربانی کا یہ مفہوم سکھایا گیا کہ تمہارا تمام تر انحصار تمہاری زندگی کا ان بہائم پر ہے جن سے تم ہر قسم کی غذا حاصل کرتے ہو اور تمہاری زندگی کو آسان کرنے کے لئے دیگر فوائد بھی ان کے ساتھ وابستہ ہیں۔یہی بہائم ہیں جن پر سفر کئے جاتے ہیں۔

دراصل اَنعام میں سے **اَنعام** کا لفظ سب سے زیادہ اور اوّل طور پر اونٹوں پر اطلاق پاتا ہے اور اونٹوں میں جتنے فوائد مویشیوں کے پائے جاتے ہیں اتنے کسی اور جانور میں نہیں پائے جاتے اس لئے اونٹ سے گویا کہ یہ معانی پکڑ کر دوسرے مویشیوں پر بھی اطلاق کر دیا گیا ورنہ حقیقۃً لفظ **اَنعام** اونٹوں ہی پر اطلاق پاتا ہے۔سواری اس پر کی جاتی ہے، بڑے بڑے بوجھ لادے جاتے ہیں اور صحراؤں میں جب کہ کہیں پانی میسر نہ آئے اور جان آخری لمحوں پر پہنچے تو اونٹ ہی کو ذبح کر کے اس کے اندر سے پانی کی وہ ریزرو (Reserve) تھیلی نکالی جاتی ہے جو خدا تعالیٰ نے اس کے معدے کے ساتھ چسپاں کی ہوئی ہے اور آخری زندگی کا سہارا پانی کے طور پر بھی اونٹوں ہی سے ملتا ہے۔تو اونٹوں میں جو غیر معمولی صفات انسانی زندگی کے سہارے کی فطرتاً رکھ دی گئی ہیں انہیں کے پیش نظر وہ آیات جو جمعہ کے دن آپ کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں ان میں یہ توجہ دلائی اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۸﴾ (الغاشیہ:۱۸) جانوروں میں سے صرف اونٹوں کا نام لیا گیا ہے کہ غور کرو آسمان پر، اس کو کیسے رفعتیں ملیں! پہاڑوں پر، وہ کیسے نصب ہوئے! زمین پر، وہ کیسے مسطح کر دی گئی اور اونٹوں پر غور کرو۔

پس اَنعام کا لفظ انہی اونٹوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس تمام قربانی کے ذکر کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ تم نے جو کچھ اپنی زندگی کی بقا کے لئے حاصل کیا ان مویشیوں سے حاصل کیا جنہیں اب تم خدا کی راہ میں قربان کر رہے ہو۔ گویا اپنی ساری زندگی کو خدا کے حضور پیش کر رہے ہو اور تمہیں براہ راست ان پر کوئی فوقیت حاصل نہیں کیونکہ وہی خدا ہے جو اونٹوں اور مویشیوں کا خدا ہے جو تمہارا بھی خدا ہے۔ پس اللہ کا نام لے کر ان کو قربان کرو یعنی خدا کی خاطر اور گویا تم اپنی تمام زندگی کے ذرائع پر چھری پھیر رہے ہو اور یہ ہے قربانی کا وہ آخری مفہوم جو یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے۔ جس پر تمہاری زندگی کی بقا ہے، ہمیشہ سے جس پر تمہاری بنا رہی ان سب کو تم خدا کے حضور پیش کر رہے ہو ان کا گوشت خدا کو پہنچانے کے لئے نہیں بلکہ گوشت تو تمہارے کام ہی آئے گا، یہ بتانے کے لئے کہ ہم ہر چیز تیری راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ فرمایا فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا پس اسی کے حضور اپنے آپ کو پیش کر دو جس نے یہ جانور بے طاقت کر کے تمہارے سامنے پیش کر دیئے۔ ان کی قربانی سے تمہیں اپنے نفسوں کی قربانی کی طرف توجہ ہونی چاہئے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جس طرح یہ جانور تمہاری بقا کے لئے ہمیشہ کام آئے اور اب نشان کے طور پر بھی تم نے انہیں کی گردنوں پہ چھری پھیری اس کا مقصد یہ ہے کہ تمہیں خدا کے حضور ان قربانیوں کی طرح تیار کیا جائے جن قربانیوں کی گردنوں پر تم چھری پھیرتے ہو تا کہ ایک ایسا وقت آئے جب خدا کی رضا کی خاطر تمہاری گردنوں پر چھری پھیری جائے تو تم ان سے زیادہ صبر کے نمونے دکھاؤ جو یہ بے اختیار جانور دکھاتے ہیں۔

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ پس دیکھیں اَلْمُخْبِتِيْنَ کا ذکر فرمایا ہے اس قربانی کے بعد۔ جو جانوروں پر اتنا غیر معمولی تسلط رکھتا ہے کہ ان کی گردنوں پر چھری پھیرتا ہے وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ فرمایا اس سے تم عاجزی کے گر سیکھو، تمہیں بھی اسی طرح خدا کے حضور رہنا ہوگا، اپنا سب کچھ خدا کے حضور پیش کرتے ہوئے تکبر سے کلیۃً پاک ہو کر اس کے حضور اپنی گردنیں رکھ دو گے تو اسی میں خدا کی رضا ہے۔ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ پس عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری دے دے۔

اب اس مضمون کو دیکھیں کس طرح قربانی کی طرف پھیر دیا گیا یعنی جانوروں کی قربانی کے مضمون کو انسانی قربانی کی طرف کس طرح پھیرا گیا اَلَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

وہ لوگ یعنی وہ مومن جو قربانیاں دینے والے ہیں ان قربانیوں کی حقیقت کو سمجھ کر ان کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ جب خدا کا نام ان کے سامنے لیا جاتا ہے تو لرزا ٹھتے ہیں، ان کے دل کانپنے لگتے ہیں وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ اور جو کچھ بھی خدا کی راہ میں ان کو تکلیفیں پہنچتی ہیں اس پر صبر کرتے ہیں کیونکہ وہ دیکھ چکے ہیں کہ ہم سے ادنیٰ مخلوق نے ہماری خاطر اپنا سب کچھ قربان کیا اور وہ خدا ہی تھا جس نے ان کو ہماری خاطر پیدا کیا اور ہمیں حق عطا فرمایا کہ ہم اس کا نام لے کر اس سے اجازت حاصل کرتے ہوئے ان کو قربان کر دیں۔ پس کیسی بے شرمی ہوگی! کیسی ناشکری ہوگی اگر خدا کی طرف سے قربانی کی آواز آئے اور ہم پیچھے ہٹ جائیں! فرمایا وہ آوازیں آنے والی ہیں۔ پس خوشخبری دے دے ان کو جو عاجزی اختیار کرتے ہیں اور ان کے دلوں کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ جب بھی خدا کا نام ان پر پڑھا جاتا ہے تو وہ لرزا ٹھتے ہیں۔ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ پھر جو کچھ بھی خدا کے رستے میں مصیبتیں اترتی ہیں ان پر وہ صبر کے نمونے دکھاتے ہیں وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ اور عبادت کو قائم کرتے ہیں وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور جو کچھ بھی ہم نے انہیں عطا کیا ہے ان میں سے ہر چیز خرچ کرتے ہیں۔

اب جانوروں کی قربانی میں جو کچھ خدا نے ان کو عطا کیا تھا وہ سب کچھ ہم نے ان سے لے لیا، ہر چیز اپنی بقا پر خرچ کی، ان کے دودھ سے ان کے بچوں کو کسی حد تک محروم کیا اور اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے استعمال کیا، ان کی کھالیں ان کے بدنوں سے نوچ لیں اور اپنے خیمے بنائے اور اپنے لباس بنائے، ان کی پیٹھوں پر ہم سوار ہوئے ان کے گوشت سے ہم نے غذا اور زندگی کا سہارا پایا۔

غرض یہ کہ کوئی ایسا حصہ نہیں بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ کا جس کو ہم نے اپنی بقا کے لئے استعمال نہ کر لیا ہو۔ فرمایا اب تم بھی خدا کی خاطر ایسا ہی کرو وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ یہ وہ لوگ ہیں کہ پھر جو کچھ بھی ہم نے ان کو عطا کیا ہے ہر چیز میں سے ہمیں لوٹاتے ہیں احسان اور تشکر کے طور پر۔ دماغ بھی ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں، وقت بھی ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں جسم بھی ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں، جو اموال کماتے ہیں وہ بھی ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں، جو جائدادیں بناتے ہیں انہیں بھی ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ غرضیکہ اولاد کی قربانیاں بھی پیش کرتے ہیں اور ہمیشہ کیلئے پیش کرتے چلے جاتے ہیں۔

پس یہ وہ مضمون ہے جس کا حج کے ساتھ ایک بہت گہرا تعلق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے پیارے بیٹے اسماعیلؑ کی گردن پر چھری رکھی تو یہ ایک ایسا عظیم نمونہ پیش کر دیا کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے انعام کی قربانی کا فلسفہ ہمیں سکھا دیا اور بتا دیا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب تمہیں اپنے عزیز ترین، محبوب ترین اولاد کو بھی خدا کی راہ میں اسی طرح پیش کرنا ہوگا جس طرح جانوروں کی گردنوں پر تم چھریاں پھیر دیتے ہو۔ مگر وہاں ایک فرق ہے، وہاں اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کی روح کو قبول فرمالیا اور جسم کی ضرورت پیش نہ آئی۔

پس اس آیت کریمہ میں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کے جسم، ان کی جانیں، سب کچھ تم اپنے لئے استعمال کرتے ہو، ان کی گردنوں پہ چھری پھیرتے ہو۔ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو خون اور گوشت نہیں پہنچتے لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُہَا وَ لَا دِمَآؤُہَا وَ لٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ ان کے لحوم یعنی گوشت۔ جو قربانیاں تم پیش کرتے ہو ان کے گوشت تو خدا کو نہیں پہنچتے وَ لَا دِمَآؤُہَا اور ان کے خون بھی نہیں وَ لٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ جو خدا کو چیز پہنچتی ہے وہ تو تمہارا تقویٰ ہے تمہارے دل کا خوف ہے پس پہلی آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ ان کے دل خدا کے نام سے لرز اٹھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو وہ قربانیاں پیش کرتے ہیں وہ انہیں تقویٰ میں بڑھاتی ہیں اور ان کا تقویٰ ہی ہے جو خدا کے حضور قبولیت کے لائق ہے اس لئے ان کے دلوں کا لرزنا ثابت کرتا ہے کہ یہ متقی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی خاطر، اپنے نفس کی خاطر کسی اور چیز کو قربان نہیں کیا بلکہ رضائے باری تعالیٰ کے لئے اپنے آپ کو اس سے بڑھ کر قربان کرنے کے لئے تیار ہوئے بیٹھے ہیں۔ یہ وہ مضمون ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی ذات میں آکر اس زمانے میں کامل ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے پیارے بیٹے کو اوندھے منہ لٹایا اور اس کی گردن پر چھری پھیرنے لگے تو جو کیفیت باپ کی تھی اور جو بیٹے کی کیفیت تھی وہ ناقابل بیان ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا، باپ نے کہا اے میرے بیٹے! مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قربان کر دوں۔ اس نے کہا اے میرے پیارے باپ! ویسا ہی کر جیسا خدا نے کہا ہے اور تو مجھے انشاءاللہ صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

پس یہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے پہلی آیت میں خوشخبری دی گئی ہے وَالصّٰبِرِیۡنَ

عَلٰی مَآ اَصَابَھُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ یہ وہی مضمون ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد نے قربانی کے وقت پیش کیا یعنی حضرت اسماعیلؑ نے۔ انہوں نے یہی تو کہا تھا کہ تو ہمیں انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ پس خدا کی راہ میں قربانی کا مضمون صبر سے ایک ایسا گہرا تعلق رکھتا ہے کہ اگر صبر نہ ہو تو اسی حد تک قربانی ضائع ہو جائے گی۔ اگر حضرت اسماعیلؑ کامل وفا کے ساتھ پوری طرح سر تسلیم خم کرتے ہوئے یہ نہ کہتے کہ تو مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا تو قربانی کا یہ مفہوم اس دن مر جاتا اور پھر دنیا آگے قربانیوں کی حقیقت کو دیکھنے سے محروم رہ جاتی۔ یہ صبر کا مضمون ہے جو پھر آگے جاری ہوا ہے، جو امت محمدیہ ﷺ میں اس شان سے جاری ہوا ہے کہ اس کی پہلے کوئی نظیر دکھائی نہیں دیتی۔ فرق صرف یہ تھا کہ ابراہیمؑ کے دل پر نگاہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھ سے آپ کو بیٹے کو ذبح کرنے کی اذیّت سے نجات بخشی گئی لیکن یہ بھی بتا دیا گیا کہ خدا کی راہ میں ایسی اولادیں آنے والی ہیں جو از خود اپنے شوق سے اپنی گردنیں خدا کی حضور پیش کریں گی۔ باپ تو ان کو ذبح نہیں کریں گے مگر دوسرے ہوں گے جو ان گردنوں پر چھریاں پھیریں گے اور وہ اسماعیلؑ کی دعا کہ تو مجھے صابر پائے گا، اسماعیلؑ کے فرزند یعنی روحانی فرزند حضرت محمد مصطفی ﷺ جو ایک پہلو سے فرزند تھے اور ایک پہلو سے باپ سے بھی بڑھ کر درجہ رکھتے تھے یعنی خاتم النّبیین تھے، آپؐ کے اور آپؐ کی قوم کے اندر خدا تعالیٰ نے اس خون کی قربانی کو جاری بھی کر دینا تھا۔ پس وقتی طور پر توقف فرمایا گیا یعنی یہ بتا دیا گیا کہ اگر تم چاہو تو اپنی اولاد کو خدا کی راہ میں قربان کر سکتے ہو، تمہیں اختیار ہے مگر شرط یہ ہے کہ اولاد بھی راضی ہو اور پوری طرح اس پر تمہارے ساتھ تیار ہو اور شرط یہ ہے کہ اولاد میں صبر کا مادہ ہو کیونکہ خدا کی راہ میں قربانیاں بعض دفعہ غیر معمولی صبر کا تقاضا کرتی ہیں۔ خصوصاً وقف زندگی کی وہ قربانی جو عمر بھر کے لئے ہو اس میں غیر معمولی صبر کی ضرورت پیش آتی ہے یا جان کی وہ قربانیاں جن کا سلسلہ ختم ہونے میں نہ آئے، مسلسل دی جاتی رہیں سال بہ سال، اسی طرح ظالموں کی چھریاں معصوموں اور مظلوموں کی گردنوں پر چلتی رہیں تو اس میں بھی صبر کا ایک لمبا زمانہ آجاتا ہے۔ بظاہر تو وہ جو شہید ہو گیا اس کا دکھ اس شہادت کے ساتھ ہی اس دنیا میں ختم ہوا مگر امر واقعہ یہ ہے کہ مومنوں کی جماعت ایسی ہوتی ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی گردن پہ چھری پھرے تو وہ چھری ہر گردن پر پھیری جاتی ہے۔ ایک اذیت اسی دنیا کے کسی ملک میں کسی مومن کو خدا کی راہ میں پہنچائی جاتی ہے تو سارے

عالم میں تمام مومنوں کے بدن اسی طرح لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔اسی طرح ان کے دل اس کے دکھ سے بھر جاتے ہیں۔

پس یہ کہہ دینا کہ وہ قربانیاں جو حضرت رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں جان کی قربانی کے طور پر پیش کی گئیں وہ نسبتاً آسان تھیں یہ درست نہیں ہے۔اگر ایک ایسی سوسائٹی ہوتی جس کا باہمی تعلق نہ ہوتا تو پھر کہا جاسکتا تھا ابراہیمؑ کے بیٹے اسماعیلؑ کی قربانی زیادہ فضیلت رکھتی تھی کیونکہ اس نے ہمیشہ ہمیش کے لئے لق ودق صحرا میں اپنے آپ کو خدا کے حضور میں حاضر کئے رکھا لیکن واقعہ یہ ہے اور یہی حقیقت ہے جس پر سے یہ آیات پردے اٹھا رہی ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانے میں جن قربانیوں کا دور چلنا تھا اس میں واقعۃً خون بھی بہایا جانا تھا اور ہمیشگی کی قربانی کی روح بھی اس میں پائی جانی تھی۔

چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے غلاموں کی تصویر کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مومنوں کی جماعت کا یہ حال ہے جیسے ایک بدن ہو، پاؤں کی انگلی کے کنارے پر بھی کانٹا چبھے، ناخنوں میں بھی تکلیف ہو تو سارا بدن بے چین ہو جاتا ہے۔(صحیح مسلم کتاب البر والصلہ والادب باب تراحم المومنین وتعاطفھم) پس وہ مومنوں کی جماعت جو اپنے بھائیوں کی تکلیف کا اس قدر احساس رکھتی ہو کیسے ممکن ہے کہ وہ ان کی گردنوں پر چھریاں پھیری جارہے ہوں اور وہ امن اور امان اور چین کے ساتھ ان سے بے تعلق ہو کر اپنی زندگی بسر کرے۔

پس مومنوں کی ایک عظیم جماعت محمد رسول اللہ ﷺ کے روحانی فرزندوں میں پیدا ہوئی۔ جس نے اسماعیلؑ کی قربانی کو آخری نقطہ معراج تک پہنچا دیا، ظاہری لحاظ سے بھی باطنی لحاظ سے بھی۔ واقعۃً گردنوں پہ چھریاں پھریں، واقعۃً خون بہائے گئے اور اطاعت کا رنگ تھا، طوعی قربانی تھی، جبر نہیں تھا۔بعض لوگ یہ سمجھتے نہیں کہ جب خدا کہتا ہے کہ طوعًا و کرھًا چلے آؤ اور یہ جواب بتاتا ہے کہ خدا کی خاص روحوں کا جواب یہ ہوتا ہے اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ کہ ہم طوعًا آتے ہیں تو جبراً والا ذکر کہاں غائب ہو گیا؟ اگر سب نے طوعًا ہی حاضر ہونا تھا تو جبراً کے مضمون کو بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ دراصل یہ دونوں مضامین بیک وقت آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اور کسی حد تک ہر نبی کے زمانے میں رونما ہوتے رہے ہیں پہلو بہ پہلو چلتے رہے ہیں۔

ظالم جبراً قربانیاں لیتے ہیں اور مومن طوعاً قربانیاں دیتے ہیں۔ پس ان کے جبر ان کی قربانی کا چہرہ میلا نہیں کر سکتے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مومن جب قربانی پیش کرتا ہے تو اس میں، اس کی کیا خوبی تھی؟ دشمن نے پکڑا، گھیرا اور ذبح کر دیا، وہ تو بے اختیار تھا۔ اگر دشمن نے سنگسار کر کے مار دیا تو اس کے پاس جائے نجات، جائے مفر تھی کہاں؟ وہ تو مجبور تھا۔ مگر لوگ نہیں جانتے کہ کفر کا دروازہ اس کے سامنے کھلا تھا، ارتداد کا گیٹ پوری طرح کھول کر اس کے سامنے کھڑا کر دیا گیا تھا۔ یہ کرھاً تو ہے مگر تمہاری ایک طوع بھی ہے، تمہارا ایک اختیار بھی ہے، تم چاہو تو اس گیٹ سے نکل کر اپنی جان بچا لو، اپنے اموال بچا لو، اپنی عزتیں بچا لو، اپنی اولادیں بچا لو۔ پس وہ قربانی جو دنیا کو کرھاً دکھائی دیتی ہے وہ طوعاً اس میں سے گزرتے ہیں اور ہرگز کراہت کا کوئی شائبہ تک اس قربانی میں باقی نہیں رہتا اسی لئے وہ خدا کے حضور عرض کرتے ہیں اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ کہ اے خدا! تو نے تو کہا تھا کہ کرھاً آؤ، مجبوراً آؤ یا خوشی سے آؤ۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ ہماری اطاعت کی روح کو کوئی جبر میلا نہیں کر سکا۔ ہم بھاگ سکتے تھے مگر نہیں بھاگے، ہم جبر کی راہوں سے فرار اختیار کر سکتے تھے مگر نہیں کیا۔ پس جن کے نزدیک جبر ہے وہ جاہل لوگ ہیں، ہم پر کوئی جبر ان معنوں میں نہیں تھا کہ ہمارے لئے نجات کی راہ نہیں تھی، ایک گندی ظالم نجات کی راہ ضرور ہمارے لئے کھلی رہی ہے اسے ہم نے ترک کر دیا اور قربانی کی راہوں سے اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ کہتے ہوئے تیرے حضور حاضر ہو گئے۔

پس یہ وہ روح تھی جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے غلاموں میں پیدا ہوئی جس نے اسماعیلؑ کی قربانی کے ہر پہلو کو ایک عظیم جلوہ بنا کر پیش کیا۔ اسماعیلؑ کی قربانی کے ہر جذبے کو ایک نئی جلا بخشی گئی، ایک نئی شان اس میں پیدا کی گئی، ایک نیا حسن اس کو عطا کیا گیا اور ایک کی قربانی ہزاروں لاکھوں کی قربانی بن گئی اور ایسی قربانی بن گئی جس نے زمانے میں جاری رہنا تھا اور ہمیشہ ہمیش کے لئے جاری رہنا تھا اور آج وہی دور ہے جس دور میں سے ہم گزر رہے ہیں اور اسماعیلؑ کی قربانیوں کو اس صورت میں جس میں محمد مصطفی ﷺ نے ہمیں سکھایا اور ہمیں اس کے آداب بتلائے، اس کے سلیقے سکھلائے، اس صورت میں ہم خدا کے حضور آج ان قربانیوں کو پیش کرنے کا عہد لے کر اٹھے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ جہاں تک میری نظر جاتی ہے ہم اس عہد کو پورا کرنے والے ہیں۔

پاکستان میں دیکھو لکھوکھہا احمدیوں کے لئے دو رستے کھولے گئے تھے۔ ایک یہ کہ جبر کے

رستہ ہم تمہارے پاس آئیں گے اور تمہارے لئے جبر کی راہ سے ایک امن کی کھڑکی کھولیں گے۔ ہمارے جبر سے نجات دینے والی کھڑکی بھی ہمیں کھولنے والے ہیں اس لئے تمہارے پاس بھاگ کر پناہ کی اور کوئی جگہ نہیں۔ مان جاؤ جو ہم کہتے ہیں اور انکار کردو اس کو جو خدا کہتا ہے تو تم ہمارے سینوں سے چمٹو گے، ہم تمہارے گلوں میں ہار پہنائیں گے، تمہارے لئے دیگیں چڑھائیں گے اور گلی گلی مٹھائیاں تقسیم کریں گے۔ پس یہ عجیب جبر تھا کہ اس کے ساتھ بھی ایک اطاعت کا مضمون شامل ہو گیا تھا۔ طوعًا و کرھًا کا مضمون دیکھو شیطان نے بھی سیکھا ہے مگر کیسے بھیانک رنگ میں۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میری تلوار سے بچانے والا آج کوئی خدا نہیں، میرے ظلم کی چکی سے تمہیں نکال لینے والا کوئی ہاتھ نہیں ہے مگر میرا ہاتھ اور میں دونوں رستے تم پر کھول رہا ہوں۔ تم میری طرف طوعًا چلے آؤ یا جبرًا چلے آؤ، آنا تو ہے ہی۔ مگر وہ اس تمام کوشش کو رد کر دیتے ہیں حقیر سمجھ کر اپنے پاؤں تلے روند دیتے ہیں اور ان کی حسرتیں ان کے سامنے ہمیشہ کے لئے ان پر لعنت کرتی ہوئی ابھرتی ہیں۔ جانتے ہیں کہ ہمارے جبر کے باوجود، جانتے ہیں کہ ہماری اطاعت کی کھڑکی کھولنے کے باوجود انہوں نے ہمارے جبر کو بھی رد کر دیا اور ہماری طوع کی یعنی اختیار کی کھڑکی کو بھی رد کر دیا اور یہ کہتے ہوئے ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے کہ ہم تو اپنے رب کے حضور چلیں گے اور یہ لبیک کہتے ہوئے جائیں گے اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ اے ہمارے اللہ! ہم تو تیری طرف آئے ہیں اطاعت کرتے ہوئے، شوق سے خوشی کے ساتھ۔

یہاں طَآئِعِيْنَ سے مراد اطاعت نہیں بلکہ از خود شوق اور ولولے سے کوئی چیز کرنا بے اختیاری کی وجہ سے نہیں بلکہ اختیار ہوتے ہوئے ایک راہ کو اختیار کرنا یہ مضمون ہے جو لفظ طَآئِعِيْنَ نے ہمارے سامنے کھولا ہے۔ پس جماعت احمدیہ کا حال دیکھ لو وہ قربانی جو دو چار ہزار سال پہلے خانہ کعبہ کے ارد گرد ایک لق و دق صحرا میں پیش کی گئی خدا نے اسے کیسا زندہ رکھا! کیسی اس کو برکتیں دیں! کیسی نشو و نما عطا فرمائی! نہ صرف وہ ایک قربانی ہزاروں میں تبدیل ہوئی بلکہ اس کا ہر پہلو اور اس کے ہر پہلو کا ہر حسن نکھار دیا گیا اور حیرت انگیز شان کے ساتھ ان ریت کے ذرّوں کو آسمان کی کہکشائیں بنا دیا گیا جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں کے خاک سے اٹھی تھی۔ آپؐ کے قدموں کی خاک ہی تھی جو آئندہ آسمان مذہب اور آسمان روحانیت کی کہکشائیں بننا تھیں۔ پس یہی وہ معنی

ہیں جن میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں **اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم** (تحفۃ الطالب جزء اصفحہ:۵۶۱) دیکھو! میرے صحابہ تو اب ستارے بن گئے ہیں، اب وہ ریت کے پامال ذرے نہیں جن کو تم اپنے پاؤں تلے کچلا کرتے تھے، جن کو گلیوں میں گھسیٹا کرتے تھے، جن کو ریت کے تپتے ہوئے میدانوں میں لٹا کر ان کے اوپر پتھر کی سلیں رکھ دیا کرتے تھے۔ اب ان تک تو تمہارا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا خدا نے ان کو کہاں سے اٹھایا اور کہاں پہنچا دیا۔ **اصحابی کالنجوم** دیکھو! میرے غلام تو ستارے بن چکے ہیں اور ایسے ستارے جو ہمیشہ کے لئے تمہیں ہدایت دیں گے۔ یہ ہے وہ اسماعیلؑ کی قربانی کا معراج جو قرآن کریم نے ہمیں سمجھایا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک حقیقت کی تاریخ لکھ دی۔ بنی نوع انسان کی تاریخ میں ایک نیا باب کھولا اور ایسا باب کھولا جو زمین پر کھولا گیا لیکن آسمان تک پہنچا اور آسمان پر ہمیشہ کے لئے ہماری رہنمائی کا ایک نشان بن گیا۔ وہ قربانیاں ہیں جو اب آسمان سے دوبارہ اتاری گئیں، وہی قربانیاں ہیں جن کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت ﷺ کی فرزندگی یعنی روحانی فرزندگی کا حق ادا کرتے ہوئے آپؑ نے ازسرنو اس کا باب کھول دیا اور دیکھو کس شان سے کھولا گیا ہے! کل عالم پر محیط ہو گیا ہے۔ کوئی خطۂ ارض ایسا نہیں جہاں یہ قربانیاں پیش کرنے والے آج **لبیک اللّٰھم لبّیک** کہتے ہوئے خدا کے حضور حاضر نہ ہو رہے ہوں۔

پس یہ وہ قربانی کی عید ہے جس کی خوشیاں ان قربانیوں سے گہرا تعلق رکھتی ہیں جتنا آپ اس عید کا فلسفہ سمجھیں گے، جتنا آپ اس عید کے فلسفے کو سمجھتے ہوئے خود اپنی روحوں کو قربانیوں کے لئے تیار کریں گے اسی حد تک خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آپ کی قربانیاں قبول ہوں گی ورنہ گوشت اور خون میں تو خدا کو کوئی دلچسپی نہیں ہے وہ تقویٰ ہے۔ جو اس گوشت اور خون کے نتیجے میں دلوں میں پیدا ہوتا ہے جو دلوں کو خدا کے ذکر سے لرزا دینے والا تقویٰ ہے۔ وہ اپنے اندر پیدا کرو تو پھر یہ ساری قربانیاں قبول ہوں گی اور میں سمجھتا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے حسن ظن اور توقع ہے کہ ہمیں توفیق بخشے گا کہ ہم عملاً اس نئے دور میں اپنی قربانیوں کے ذریعے اس دور کے رنگ بدل دیں گے۔ آج تو انسانیت کے چہرے کو دیکھو تو وہ خون سے عاری ہے۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ مردہ جسم ہیں جو پھر رہے ہیں جن میں روحیں موجود نہیں روحیں دکھائی نہیں دیتیں۔ پس وہ لوگ جن کو بلڈ کینسر (Blood Cancer) ہو گیا ہو ان کے چہرے دیکھو تو تمہیں آج انسانیت کے اس چہرے کی یاد

آئے گی جو روحانیت سے عاری اور روحانی خون سے کلیۃً خالی ہے ان میں آپ نے اپنی قربانیوں کے لہو بھرنا ہے، ان میں آپ نے اپنی قربانیوں کی روح پھونکنی ہے تب یہ مردے زندہ کئے جائیں گے اور یہ ممکن نہیں کہ محض لفظوں سے ایسا عظیم انقلاب برپا ہو۔ آج الحمد للہ اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ جماعت احمدیہ نے عالمگیر قربانیوں کے ذریعے ثابت کر دیا ہے کہ خدا کی نظر انتخاب صحیح جماعت پر پڑی تھی۔ یہ وہ جماعت ہے اگر دنیا میں کوئی جماعت ہے تو یہی وہ جماعت ہے جو مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کے اطوار کو پھر زندہ کرے گی اور تمام دنیا کی زندگی کی یہی جماعت ہے جو اپنی طوعی قربانیوں کے ذریعے ضامن بن جائے گی۔

پس اس قربانی کے فلسفہ کو گہری نظر سے دیکھیں اور ہمیشہ یاد رکھیں لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا نہ ان کے گوشت خدا کو پہنچتے ہیں نہ پہنچیں گے نہ ان کے خون وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ہاں تمہارا تقویٰ ہے جو خدا کے حضور پہنچتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اس تقویٰ پر قائم رکھے جو دراصل خدا کے حضور رفعت پانے والا ہمارے دل کا جذبہ ہے۔ ہم بھی یہیں مر کر اس دنیا میں خاک ہو کر پیچھے رہ جائیں گے ہم میں سے ہر ایک نے آخر مٹی میں ملنا ہے۔ وہ قربانیاں جو ہم نے پیش کی تھیں وہ چند دن میں ہی بدن کی غذا بن کر اور ایک ضائع ہونے والا حصہ بن کر پھر مٹی میں مل گیا۔ وہ کیا چیز ہے جو زندہ رہے گی؟ وہ روحِ تقویٰ ہے، وہی روحِ تقویٰ ہے جو اس دنیا میں بھی آپ کے کام آئے گی اور کام آتی چلی جائے گی۔ آپ کو ہمیشہ صحیح رستے پر قائم رکھنے اور صحیح رستے دکھانے کے لئے ایک قوی نور کا کام دے گی جو آپ کی عقلوں کو بھی روشن کرے گا آپ کی بیرونی راہیں بھی آپ پر خوب کھول دے گا، آپ کو دکھلا دے گا کہ کہاں قدم رکھنا ہے کہاں قدم نہیں رکھنا؟ اور پھر آپ کی راہ ہمیشہ خدا کی سمت رواں ہوگی اور وہی راہ ہے جس پر قربانیوں کے مطالبے ہوں گے۔ وہی راہ ہے جس پر آپ ان مطالبوں کو پورا کرتے ہوئے **لبیک اللّٰھم لبیک** کہتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔

پس آج کے دن حج پر جو بیس لاکھ مسلمان ساری دنیا سے جمع ہوا ہے اور آج کے دن جو بار بار **لبیک اللّٰھم لبیک** کی آوازیں وہاں سے بلند ہو رہی ہیں، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے ان میں سے ہیں جن کی روح کی گہرائیوں سے یہ آوازیں اٹھ رہی ہیں؟ اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں کہ کتنے

ہیں جب وہ واپس جائیں گے تو اپنے مفاد کی خاطر دوسروں کی گردنوں پر چھری پھیریں گے اور خدا کی خاطر اپنی گردنوں پر چھری پھیرنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوں گے؟ ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے مگر ایک کروڑ جماعت احمدیہ کی طرف سے میں خدا کے حضور یہ عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ اے خدا! ہم تو حاضر ہیں۔ تو نے جس حد تک رحم اور شفقت کے ساتھ ہمیں آزمایا تو ہی ہے جس نے ہمیں ہمت عطا فرمائی، ہمیں توفیق بخشی کہ ان قربانیوں کو جن کو تو نے آسان کر دیا تھا ہم نے تیرے فضل کے ساتھ ان پر قدم رکھتے ہوئے صبر کے نمونے دکھائے اور آہ و بکا نہیں کی۔ ہمارا رونا، ہمارا گریہ تیرے ہی حضور رہا اور ہم جیسے حاضر تھے ویسے آج بھی حاضر ہیں۔ تو ہی جانتا ہے کہ قربانیوں کے کتنے دن باقی ہیں۔

مگر ایک دور کی قربانیاں اگر ختم بھی ہو جائیں اور اگر وہ آئندہ دور میں دوسری قربانیوں میں تبدیل نہ ہوں تو یاد رکھیں پہلے دور کی قربانیاں بھی رائیگاں گئیں کیونکہ قربانیوں کا مضمون اپنے اندر یہ نور رکھتا ہے کہ وہ کبھی ختم نہ ہو۔ پس جب ہم قربانیوں کے دور کے ختم ہونے کی دعا کرتے ہیں تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ ہمیشہ کے لئے اپنی نسلوں کو ان برکتوں سے محروم کر دینا چاہتے ہیں جن برکتوں سے ہم نے خوب خوب حصہ پایا۔ اگر یہ برکتیں نہیں تھیں تو پھر تو لعنتیں تھیں۔ اگر لعنتیں تھیں تو دعا مانگیں کہ خدا ہمیشہ کے لئے آپ کو اور آپ کی نسلوں کو ان لعنتوں سے نجات بخشے۔ مگر یہ برکتیں ہیں تب برکتیں بنتی ہیں جب آپ اطاعت کی گردن خدا کے حضور شوق سے رکھ دیں۔ جب اپنی پہلی نسلوں کو مخاطب ہو کر کہیں کہ ہاں ہمارے لئے قربانیوں کی دعائیں بے شک کرو تم ضرور ہمیں انشاء اللہ صبر کرنے والے پاؤ گے۔ پس قربانی کی روح کا تعلق اس صبر کے ساتھ ہے اور صبر ہی ہے جو قربانی کو آسان کر دیتا ہے، صبر ہی ہے جو قربانی کے دکھ دور کر کے اس کی بجائے لذتیں عطا کرتا ہے۔ پس اس شرط کے ساتھ ہمیشہ جہاں ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! قربانیوں کا ظاہری دور ختم ہو کر اس دور پر منتج ہو جبکہ ہم یہ اعلان کر سکیں کہ اے جبر کی تلوار سے ہمیں ذبح کرنے والو! تم ہمیں مارنے میں ناکام رہے ہو۔ ہم پہلے سے بڑھ کر زندہ ہو گئے ہیں۔ اس جذبے اور ولولے کے ساتھ بے شک دعائیں کرو کہ خدا اس قربانی کے دور کو ختم کر کے اس دور پر پہنچا دے کہ جس میں يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ (الروم: ۵) کی خوش خبریاں دی جاتی ہیں کہ ایسا دور بھی آئے گا جب کہ بغلیں بجانے والے اپنے منحوس انجام کو پہنچ گئے ہوں گے اور وہ دن صرف مومنوں کے خوش ہونے کا دن ہوگا۔

پس ان معنوں میں قربانیوں کے انجام اور اس کے طبعی نتائج کے لئے دعائیں کرو مگر ہرگز واہمہ بھی دل میں نہ لاؤ کہ قربانیاں ایک لعنت تھیں اور اپنی آئندہ نسلوں کو قربانیوں سے بچانے کے لئے دعائیں کرو۔ ہاں یہ دعا کرو کہ اے خدا! ہماری نسلوں کو بھی ہماری طرح صبر کی توفیق بخشنا، ان کا سہارا رہنا، ان کے پاس کھڑے رہنا جس طرح ابراہیمؑ اپنے بچے کو اوندھے لٹا کر اس کے اوپر کھڑا تھا اس سے بھی بڑھ کر پیار اور محبت کے ساتھ تو ہماری نسلوں کی قربانیوں کے وقت ان کا ساتھ دینا اور ان کے ساتھ رہنا۔ یہ تو بہتر جانتا ہے، یہ تیری چیزیں ہیں، ہم گھر سے تو نہیں لے کے آئے تھے، یہ روحیں تیری ہیں اور تو جانے اور ان روحوں کی قربانیاں جانیں مگر ان کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ صرف یہ ہماری التجا ہے اور اگر خدا ساتھ دے گا تو ان کی قربانیاں ان کے لئے آسان بنا دی جائیں گی۔ وہ آپ کو یاد دیکھنے والوں کو شاید تکلیف دہ دکھائی دیں مگر ان کے وجود، ان کی روحوں کے اندر تحلیل ہو کر آپ دیکھیں تو جہاں جہاں ان کی روح سرایت کرتی ہے ہر جگہ وہ خدا کے حضور قربانیاں پیش کرنے میں لذتیں پا رہے ہوں گے اور یہ وہ مضمون ہے جو آخری صورت میں مَیں حج کے تعلق میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اور یہ محبت کا مضمون ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس مضمون کو خوب کھول کر بیان فرمایا ہے۔ آپؑ کہتے ہیں۔ ایک نماز کی حقیقت ہے اور ایک حج کی حقیقت ہے اور حج کی حقیقت کا فلسفہ جو آپ نے پیش فرمایا وہ محبت کا فلسفہ ہے چنانچہ آپؑ نے، حوالے بہت سے ہیں میں ایک حوالہ اس تعلق میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جو اس مضمون کو خوب واضح فرما رہا ہے، فرمایا:

”خوف اور محبت، دو ایسی چیزیں ہیں کہ بظاہر ان کا جمع ہونا بھی محال نظر آتا ہے۔“

انسان جس سے خوف کھاتا ہے اس سے دور بھاگتا ہے۔ جس سے محبت کرتا ہے اس کی گود کی پناہ ڈھونڈتا ہے پس خوف سے بھاگ کر ایک محبت کرنے والے کی گود کی طرف لپکتا ہے۔

فرمایا، بظاہر تو ہمیں دنیا میں یہی کچھ دکھائی دے رہا ہے مگر خدا نے اس مضمون کو تقویٰ میں اکٹھا کر دیا۔ خوف کو اور محبت کو اور یہ حیرت انگیز بات ہے جب تک اس کی حقیقت کو سمجھیں گے نہیں آپ اس مضمون سے فائدہ اٹھا نہیں سکتے۔ فرمایا:

''خوف اور محبت دو ایسی چیزیں ہیں کہ بظاہر ان کا جمع ہونا بھی محال نظر آتا ہے کہ ایک شخص جس سے خوف کرے اس سے محبت کیوں کر کرسکتا ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ کا خوف اور محبت ایک الگ رنگ رکھتی ہے جس قدر انسان خدا کے خوف میں ترقی کرے گا اسی قدر محبت زیادہ ہوتی جاوے گی۔ اور جس قدر محبت الٰہی میں ترقی کرے گا اسی قدر خدا تعالیٰ کا خوف غالب ہو کر بدیوں اور برائیوں سے نفرت دلا کر پاکیزگی کی طرف لے جائے گا''۔

یہ وہ گہرا حقیقی دائمی فلسفہ ہے اسلام کی عبادتوں کا جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے چند لفظوں میں بیان فرما دیا جب کہ گزشتہ چودہ سو سال میں آپ کو کسی بزرگ کے قلم سے اس صفائی کے ساتھ اس گہرائی کے ساتھ یہ اس فلسفہ کا حل نظر نہیں آئے گا۔ فرماتے ہیں:

''پس اسلام نے ان دونوں'' اس اچنبھے کا حل دکھائی نہیں دے گا جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے ایک اچنبھے کے طور پر یہ واقعہ پیش فرمایا کہ جس سے محبت کرتے ہو اس سے ڈرتے بہت ہو جس سے ڈرتے ہو اس سے محبت کیسی؟ چنانچہ یہ وہ مضمون ہے جسے اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ فرماتے ہیں:

''پس اسلام نے ان دونوں حقوق کو پورا کرنے کے لئے ایک صورت نماز کی رکھی جس میں خدا کے خوف کا پہلو رکھا۔''

ساری نماز کے ساتھ خوف کا پہلو ہے جو غالب ہے اور تمام نماز کے مضمون میں خدا کی خشیت، اس کے سامنے جھکنا، اس کے سامنے گر پڑنا، اس کے سامنے اوندھے منہ خاک پہ جا پڑنا۔ یہ سارے مضامین قرآن میں نماز کے تعلق میں بیان ہوئے ہیں فرماتے ہیں اسلام نے دونوں حقوق کو پورا کرنے کے لئے ایک صورت نماز کی رکھی جسمیں خدا کے خوف کا پہلو رکھا ہے اور محبت کی حالت کے اظہار کے لئے حج رکھا۔ یعنی اپنی گردن پر چھری پھیرنے کے لئے وہ روحیں آمادہ ہوتی ہیں جو اس عشق میں مطالبہ کرتی ہیں کہ ہماری گردنوں پر بھی چھری چلائی جائے۔ پس محبت ہی ہے جو حیرت انگیز قربانیوں کو اتنا پیارا، اتنا محبوب، اتنا لذت سے بھر کر دکھاتی ہے ورنہ دنیا کے معاملات میں تو ایسی قربانیاں بے اعتبار ہیں کسی لطف کا کوئی تصور بھی پیدا نہیں۔

ہاں شاعری میں عشاق کے ہاں آپ کو یہ مضمون کثرت سے دکھائی دے گا۔ کہتے ہیں ہم تو سر پہ کفن باندھے ہوئے تیری گلی میں پہنچے ہیں۔ اے تلوار آزمانے والے کبھی ہماری گردن کو بھی شرف بخش، ہم پر بھی تو یہ تلوار آزما اور جب زیادہ ترنگ میں شاعر آجاتا ہے تو کہتا ہے:

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اے محبوب لاکھوں کروڑوں ترس رہے ہیں کہ تیری تلوار سے ان کی گردنین کاٹی جائیں اگر تو یہی خوف ہے کہ یوم حساب کو اس کا جواب کیسے دے گا یہ بوجھ کیسے اٹھائے گا کہ لاکھوں کروڑوں بندگان خدا کے کشتے کر دیئے تو شاعر کا حال یہ ہے کہ اس کے لئے بھی تیار ہے کہتا ہے:

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

قتل کرتا چلا جا میں حاضر ہوں جواب دینے کے لئے، ان کے سارے خون کا بوجھ میں اٹھانے کے لئے حاضر ہوں۔ یہ عشق کے مضمون ہیں، دیوانگی ہے مگر ایسی دیوانگی جس کا عشق سے تعلق ہے۔ مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”خوف کے جس قدر ارکان ہیں وہ نماز کے ارکان سے بخوبی واضح ہیں کہ کس قدر تذلل اور اقرار عبودیت اس میں موجود ہے اور حج میں محبت کے ع سارے ارکان پائے جاتے ہیں بعض وقت شدت محبت میں کپڑے کی بھی حاجت نہیں رہتی“

اور امر واقعہ یہ ہے کہ وہ عاشق جو محبت میں پاگل ہوتے ہیں وہ ایک لنگوٹی میں پھرتے ہیں، چیتھڑوں میں پھرتے ہیں ان کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ ان کے بدن پر کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟ فرماتے ع ہیں:

”عشق بھی ایک جنون ہوتا ہے کپڑوں کو سنوار کر رکھنا یہ عشق میں نہیں رہتا۔“

معشوق سنوارتا ہے، عاشق کو ہوش ہی نہیں رہتی۔ پس کپڑوں کو سنوار کر رکھنے سے مراد عاشق کی کیفیت ہے کہ عاشق کو تو یہ ہوش ہی نہیں رہتی کہ میں سنوار کر رکھوں۔

”سیالکوٹ میں ایک عورت ایک درزی پر عاشق تھی۔“

اور یہ واقعہ سننے والا ہے۔

''سیالکوٹ میں ایک عورت ایک درزی پر عاشق تھی اسے بہتیرا پکڑ کر رکھتے تھے وہ کپڑے پھاڑ کر چلی آتی تھی۔ غرض یہ نمونہ جو انتہائے محبت کا لباس میں ہوتا ہے وہ حج میں موجود ہے''

اب اس واقعہ میں جو جان ہے وہ یہ ہے درزی پر عاشق تھی جو کپڑے بناتا تھا۔ کپڑے بنانے کا محبوب سے تعلق ہے اور کپڑے پہننے کا بھی دراصل اور جو درزی کی عاشق تھی اس کو کپڑوں کی ہوش ہی کوئی نہیں تھی۔ پس تمام ستر خدا بخشتا ہے سب لباس خدا ہی سے اترتے ہیں اور اس کی خاطر اپنے پیرہن انسان پھاڑ دے اور اپنے گریبان چاک کر کے اس کے حضور حاضر ہو جائے، یہ عشق ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام توجہ دلا رہے ہیں۔

''غرض یہ نمونہ جو انتہائے محبت کا لباس میں ہوتا ہے وہ حج میں موجود ہے۔ سر منڈایا جاتا ہے، دوڑتے ہیں، محبت کا بوسہ رہ گیا وہ بھی ہے جو خدا کی ساری شریعتوں میں تفسیری زبان میں چلا آیا ہے پ۔ ھر قربانی میں بھی کمال عشق دکھایا ہے۔ اسلام نے پورے طور پر ان حقوق کی تکمیل کی تعلیم دی ہے۔ نادان ہے وہ شخص جو اپنی نابینائی سے اعتراض کرتا ہے۔''

(الحکم جلد ۶ نمبر ۲۶ صفحہ ۳ پرچہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۲ء)

پھر حضرت مسیح موعودؑ اسی مضمون کو ایک اور رنگ میں یوں بیان فرماتے ہیں:

''حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے۔ سمجھنا چاہئے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے۔''

پس یہاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محبت ہی کے مضمون کو پھر اٹھایا ہے مگر ایک اور رنگ میں کہ یہ مضمون تب ممکن ہے کہ ثابت آئے اگر اپنے نفس سے انقطاع ہو اور یہ محبت

کا عجیب نقشہ ہے کہ اپنے نفس سے انقطاع ساتھ ساتھ چلتا ہے اور جاری رہتا ہے اور جوں جوں یہ انقطاع بڑھتا ہے محبوب کی محبت پہلے سے زیادہ کھل کر اپنے جوہر دکھاتی ہے۔ پس مجنوں کا بے کپڑوں کے صحرائی زندگی کو قبول کر لینا اور دیوانہ وار اس میں گھومتے رہنا اپنے نفس سے انقطاع کی دلیل ہے اور یہ طلب ہے کہ میں سب کچھ کھو بیٹھا ہوں، مجھے اب تیری ضرورت ہے، مجھے اب تیری روح کی ضرورت ہے، تیرے بدن کی ضرورت ہے۔ اب میری روح بھی تو بن جا، میرا بدن بھی تو بن جا، میرا لباس، میرے کپڑے، میری زینت بھی تو ہو جا کیونکہ میں اپنا سب کچھ چھوڑ بیٹھا ہوں۔ مجھے اپنے میں کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

''اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے''

اب الفاظ دیکھیں کتنے معنی خیز، کتنے گہرے، کتنے حقیقی، کوئی شاعری نہیں۔ فرماتے ہیں اپنے سے انقطاع جو کیا ہے اب حق ہے تمہارا کہ خدا کی محبت میں کھوئے جاؤ ورنہ بے کار جنون ہوگا۔ پس جنون دو قسم کے ہیں ایک جنون جو اپنے سے انسان کو ایسے جدا کرتا ہے کہ وہ سارا وجود ہی کھویا جاتا ہے اور ضائع ہو جاتا ہے۔ پاگل اپنے مفاد میں کچھ بھی نہیں کرتا، اپنے مفاد کو ضائع کرنے میں سب کچھ کرتا چلا جاتا ہے لیکن عاشق اگر وہ اپنے محبوب کو پالے تو جو کچھ اس نے کھویا تھا اس سے زیادہ اس کو میسر آ جاتا ہے۔ تو فرمایا کہ اگر تم مجنون ہو اگر تم اپنے نفس سے منقطع ہو گئے ہو تو اب تمہارے نفس کا حق ہے کہ خدا کی محبت میں تم غرق کر دیئے جاؤ۔

''اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلے میں نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پرواہ ہو، نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو جیسے عاشق اور محبّ اپنے محبوب پر جان قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے۔ جیسے عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا ہے۔ یہ ایک باریک نقطہ ہے جیسا بیت اللہ ہے ایک اس سے بھی اوپر ہے۔ جب تک اس کا طواف نہ کرو یہ طواف مفید نہیں اور ثواب نہیں۔''

پس اگر تم خانہ کعبہ کی اینٹ پتھر کی عمارت کا طواف کر کے گھر کو لوٹتے ہو تو یہ طواف بے معنی ہے۔ تمہارا بدن اس خانہ کعبہ کی عمارت کے گرد گھومنا چاہئے اور تمہاری روح خدا کے تصور میں ہمیشہ گرداں رہنی چاہئے۔ پس ایک حج زمین پر ہو رہا ہو اور ایک آسمان کی رفعتوں پر ہو رہا ہو جو خدا کی محبت میں خدا کے گرد گھوم رہا ہو۔ فرمایا یہ ہے حقیقت حج جسے سمجھے بغیر تم حج سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ فرمایا:

> ''یہ ایک باریک نقطہ ہے جیسا بیت اللہ ہے ایک اس سے بھی اوپر ہے۔ جب تک اس کا طواف نہ کرو یہ طواف مفید نہیں اور ثواب نہیں۔ اس کا طواف کرنے والوں کی بھی یہی حالت ہونی چاہئے جو یہاں دیکھتے ہو کہ ایک مختصر سا کپڑا رکھ لیتے ہیں''

اب حج کا نقشہ کیسا پیارا ہے دیوانگی کا! ایک مختصر سا کپڑا رکھ لیتے ہیں اس سے زیادہ کی حاجت نہیں۔ فرمایا اوپر کے طواف میں بھی یہی کیفیت ہے جو تمہارے عشق پر دال ہو گی، عشق کی دلیل بنے گی۔

> ''دنیا کے کپڑے اتار کر فروتنی اور انکساری اختیار کرے۔''

یعنی دنیا کا لباس، دنیا کی چاہتیں، دنیا کے تعلقات نے ان لبادوں میں جو لپٹا ہوا ہے یہ سارے اتار کر پھینک دے اور اپنی روح کو خدا کے حضور انکساری کے ساتھ پیش کر دے، فروتنی اور انکساری اختیار کرے۔

> ''عاشقانہ رنگ میں پھر طواف کرے، طواف عشق الٰہی کی نشانی ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ گویا مرضات اللہ ہی کے گرد طواف کرنا چاہئے اور کوئی غرض باقی نہیں'' (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳)

پس خدا کرے کہ ہمارا یہ حج قبول ہو کہ ہمارے جسم اگر اس پاک مقدس گھر تک پہنچنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو اے کاش ہماری روحیں ہمیشہ خدا کی محبت میں، خدا کے تصور میں اس کے گرد طواف کرتی رہیں **اللّٰھم لبیک اللّٰھم لبیک** کہتے ہوئے زمین کی آنکھیں یہ نظارہ دیکھنے سے محروم رہیں گی۔ زمین کے کان ان آوازوں کو نہیں سن سکیں گے جو آپ کی روحوں سے ملأ اعلیٰ میں

بلند ہو رہی ہوں گی مگر خدا اس نظارے کو دیکھے گا، خدا ان آوازوں کو سنے گا اور محبت اور پیار کی آنکھ سے ان نظاروں کو دیکھے گا محبت اور پیار کے کانوں سے ان آوازوں کو سنے گا۔ اگر یہ ہو تو ہمارا حج ہمیشہ کے لئے قبول ہے۔ ہمیں پھر کوئی پرواہ نہیں کہ ظاہری طور پر دشمن نے ہمیں کن نعمتوں سے محروم کر رکھا ہے؟ مگر اگر یہ حج نہ ہو تو پھر سب کچھ ہاتھ سے گیا۔ پھر نہ دنیا رہی نہ آخرت رہی اور یہ حج تم کرتے رہو گے تو خدا کی قسم آسمان سے زمین کی تقدیر بھی تبدیل کر دی جائے گی۔ خدا گواہ ہے کہ آج اگر بیس لاکھ مسلمان جو مسلمان تو ہیں مگر احمدیت سے تعلق نہیں رکھتے طواف بیت اللہ کر رہے ہیں اور آواز دے رہے ہیں **اللّٰھم لبیک اللّٰھم لبیک**۔ اللہ بہتر جانتا ہے ان کی آوازوں میں کیسی صداقت ہے مگر جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے حقیقت حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں پیش کی ہے اگر آپ اس حقیقت کو سمجھتے رہیں اور ہمیشہ کے لئے آپ اور آپ کی نسلیں اور ان کی روحیں ملأ اعلیٰ پر ہمیشہ اللہ کی محبت اور اس کے عشق میں طواف کرتی رہیں تو خدا کی قسم ہے کہ وہ دن ضرور آئے گا جب کہ آسمان سے یہ طواف پھر زمین پر بھی اتارا جائے گا، خانہ کعبہ بھی آپ کا ہوگا اور اوپر خانہ کعبہ کا اصل وہ جس کے گرد خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی ہے وہ بھی آپ ہی کا ہو جائے گا۔ پھر بعید نہیں کہ اگلی صدی بیس لاکھ کی بجائے ایک کروڑ عشاق محمد مصطفی ﷺ کو یہ طواف کرتے ہوئے دیکھے۔ ان کے دلوں کی ہر وہ آواز ہو کہ ان کا ایک ثانی ان کا ایک مماثل آسمان پر اللہ کے وجود کے گرد بھی طواف کر رہا ہو۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

اس مضمون کو سمجھانے کے بعد اب میں وہ معمول کی مبارکبادیں دینا چاہتا ہوں جو ہر عید کا حصہ ہوا کرتی ہیں۔ سب سے پہلے تو ان احمدی مظلوموں کو عید کی مبارک باد پیش کرتا ہوں جو دراصل اس قربانی کی روح کی آخری مثال آج اس دنیا میں پیش کر رہے ہیں۔ آخری صورت میں بدرجہ اعلیٰ اس مثال کو پیش کر رہے ہیں جنہوں نے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے عشق کے گیت گائے، جنہوں نے خدا کی توحید کا نعرہ بلند کیا، جنہوں نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کی صداقت کے اعلان کئے اور اس جرم میں اور محض اس جرم میں ان پر ہتک رسولؐ کے مقدمے قائم کئے گئے اور پھانسی کے پھندے ان کی آنکھوں کے سامنے لہرائے گئے اور آج وہ جیلوں کی کوٹھڑیوں میں قید ہیں، ان کی سب آزادیاں چھین لی گئی ہیں۔ پس یہ ہیں وہ قربانی کرنے والے جن پر کوئی جبر کی تلوار چل نہیں سکتی۔ وہ

جیل کے دروازے جو ہمیشہ ان پر کھولے گئے اور بار بار ان کو کہا گیا کہ ہمارے جبر کو قبول کرو تو ہم طوع کے رستے کھولیں گے، خوشی کے ساتھ تم باہر نکل آؤ۔ انہوں نے اس پیش کش کے منہ کو تھوک مار کر اسے اپنی جوتیوں کی نوکوں پر لیا اور کہا کہ تم جو کر سکتے ہو کر گزرو ہمیں اس قید مذلت جسے تم قید مذلت سمجھ رہے ہو اس سے زیادہ پیار ہے جس کو تم آزادی کی عزتیں سمجھتے ہو۔ لاکھ آزادی کی عزتیں اس قید مذلت پر قربان ہوں جو ہمارے اللہ کی خاطر اس کی محبت میں ہم نے قبول کی ہیں اس لئے جو کر سکتے ہو تم کر گزرو جو ہم کرتے ہیں، جو ہمیں سکھایا گیا ہے ہم وہی کرتے رہیں گے۔

پس سب سے زیادہ عید کی مبارک باد کے حقدار یہ لوگ ہیں جو زیادہ قربانیاں دینے والے ہیں، جو ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا ایک مجسمہ بن کر آج پاکستان کی جیلوں میں تاریک کوٹھڑیوں میں مقفل کر دیئے گئے۔ یہ وہ آزاد روحیں ہیں جن کو کوئی مقفل نہیں کر سکتا۔ انہی سے دنیا نے آزادی کے راز سیکھنے ہیں، انہیں کی قربانیوں کے فیض سے قیدیوں اور قیدی روحوں کو آزاد کیا جائے گا مگر یہ دور ایسا دور ہے جس میں ہم میں سے چند نے یہ قربانیاں پیش کیں اور سب کے نام روشن کر دیئے۔ پس آپ ان کے لئے دعائیں کریں، ان پر سلام بھیجیں، ان پر ہمیشہ ہمیش محبت کی نگاہیں ڈالتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے سلامتی بھیجتے رہیں اور دعائیں کرتے رہیں ان کے لئے بھی ان کے پیاروں کے لئے بھی جو اس عید میں ان سے ان کے وصل کی لذت سے محروم ہیں۔

پھر اس کے علاوہ اور بھی کثرت سے دکھی انسان ہیں جن کی خاطر یہ عید آتی ہے امر واقعہ یہ ہے کہ اس عید کا تعلق دکھی انسانیت سے ایک گہرا تعلق ہے جس کا ان آیات کریمہ میں ذکر موجود ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھ کر سنائی تھیں فرمایا فَكُلُوا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (الحج: ۸۳) کہ ان قربانیوں کے گوشت میں سے خود بھی کھاؤ، کوئی حرج نہیں ہے کہ تم کھاؤ لیکن یاد رکھنا کہ قانع اور معتر کو ضرور کھلانا کیونکہ یہ عید تمہاری عید نہیں بن سکتی جب تک **قانع** اور **معتر** کو بھی اس لذت میں شامل نہ کرلو۔ قانع کہتے ہیں ایسے غریب کو جو غربت کی انتہائی تکلیفوں کے باوجود قناعت کی چادر اوڑھے بیٹھا رہتا ہے۔ لباس سفید چادر۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سفید پوش کہلانے کے مستحق ہیں کیونکہ خدا کی خاطر انہوں نے صبر کی چادر اپنے اوپر اوڑھے رکھی ہے اور کسی کو کچھ پتا نہیں کہ اندر وہ کس حال میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ پہلے جو ان کا ذکر فرمایا کہ ڈھونڈو ان کو، تلاش کرو محمد رسول اللہ

ﷺ تو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیا کرتے تھے تم بھی تو اسی مقدس آقا کے غلام ہو تم بھی ان کی پیشانیوں سے ان کی علامتوں سے ان کو پہچانو اور ان کو سوال کی محتاجی سے بچاؤ۔ ان کے گھروں تک پہنچو اور ان کے حضور یہ قربانیوں کا گوشت پیش کرو جو خدا کی طرف سے ان کے لئے ایک تحفہ ہے تمہیں اس کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ **والمعتر** اور ایسا شخص جو غربت سے پریشان حال ہو جائے محض غریب نہیں بلکہ پراگندہ حال دکھائی دینے لگے، اسے اختیار نہ ہو کہ وہ قناعت کا لباس پہن سکے۔ اس کے لئے فکر کرو۔ اس کا حال تم پر روشن ہے، تم جانتے ہو وہ کون لوگ ہیں؟ پس اپنی قربانیوں میں اگر ان کو شامل کرو گے تو پھر تمہاری قربانی کی عید قبول کی جائے گی پھر حقیقت میں تمہیں اس کی خوشیاں منانے کا حق ہوگا۔

پس ان مجبوروں کے لئے بھی عید لے کر آئیں، عید کی خوشیاں لے کر آئیں۔ ان کے گھروں میں پہنچیں، ان کو عید کا گوشت تقسیم کریں اور محبت اور عشق کے ساتھ خدا کی طرف سے نہ کہ اپنی طرف سے۔ کہیں ہمارے ممنون ہونے کی کوئی ضرورت نہیں جس خدا نے ہمیں دیا اسی نے تمہیں بھی دیا ہے اور جیسا کہ اس آیت کی ترتیب سے پتا چلتا ہے اپنے اور اپنوں کے لئے، عزیزوں کے لئے اگر آپ 1/3 رکھ لیں اور ایسے محروموں کے لئے جن کی آپ کو تلاش کرنی ہوگی، ان کا کھوج لگانا ہوگا، جو صابرین ہیں اور صبر کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہیں، چادروں میں لپٹے ہوئے ہیں جو قناعت کی چادریں ہیں، ان کو پہچاننا ہوگا، ان تک پہنچنا ہوگا، انکے حضور بھی محبت کے ساتھ یہ گوشت پیش کرنا ہوگا۔

لیکن یاد رکھو کہ جب ایسے غریبوں کے حضور تم خدا کی طرف سے یہ قربانی کا تحفہ دو تو ان کی چادر پر داغ نہ لگ جائے۔ اللہ نے انہیں قانع کہہ کر تمہیں نصیحت فرما دی ہے کہ ان کی پردہ پوشی کرنا تمہارا فرض ہوگا۔ جو خدا کی خاطر خود اپنی تکلیفوں پر پردے ڈالے بیٹھے ہیں تم اس طرح ان کو گوشت پیش نہ کرو کہ ان کی اس عزت کے بھرم پھوٹ جائیں، ان کی مجبوری کے بھرم پھوٹ جائیں۔ فرمایا نہیں ہرگز نہیں۔ قانع کا خیال کرنا، (آیت میں) پہلے قانع ہے۔ اس طریق سے اس کو پیش کرو کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، کوئی نہ دیکھ سکے کہ کیسا ضرورت مند تھا! کن تکلیفوں پر بیٹھا ہوا **قانع** تھا کہ خدا نے اس کے لئے آج کے دن یہ تحفہ بھیجا ہے۔ پھر وہ **معتر** جن کی بے اختیاری تمہارے اختیار ہی میں نہیں اور ان کے اختیار میں ان تکلیفوں کا چھپانا رہا ہی نہیں ہے۔ ان تک پہنچو اور اس میں اس پردہ

داری کے مضمون کا تو دخل نہیں لیکن اس مضمون کا تعلق تو بہر حال ہے کہ عزت کے ساتھ ان کے ساتھ سلوک کرو اور ان کو بھی اس طرح ہی قربانیاں دو جیسے خدا کی طرف سے ان کے لئے تحفے ہیں۔ یہ کرو تو پھر ان کو اپنی دعاؤں میں بھی یاد رکھو اور ان سب کو جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں ملتا ہے میں آج تمام عالمی جماعت کی طرف سے عید الاضحیہ کی عید مبارک پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کے لئے یہ عید مبارک فرمائے، ہمارے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی اور جن جن مجبوروں تک آج کے دن کوئی گوشت نہیں پہنچا جماعت کا فرض ہے کہ کھوج لگائیں اور بعد ازاں اگر آپ کے علم میں آئے کہ بعض محروم بھوکے اور غریب ایسے ہیں کہ آج ایک دن بھی ان کو گوشت نصیب نہیں ہوا۔ آپ پر فرض ہے اور خدا کی قسم آپ پر فرض ہے ان کو ڈھونڈیں اور بعد کے سال میں سارا سال کوشش کریں کہ اس تکلیف کا ازالہ ہو اور ان کی بھوک کا ازالہ جہاں اور طرح کریں گوشت پہنچا کر بھی کریں تا کہ یہ بندے ابراہیمؑ کی قربانی کے صدقے میں جسے خدا نے قبول فرمایا، چار ہزار سال بعد بھی اس کا فیض پائیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظیم قربانیوں کا فیض بھی ان تک پہنچے اور آئندہ ان کی نسلوں تک پہنچتا رہے۔ اگر آپ اس جذبے کے ساتھ اپنے غریب بھائیوں کی ضرورت کا کھوج لگانے پر وقف ہو جائیں اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہمہ تن تیار رہیں تو یہ کھوئے ہوئے وقت کا ازالہ بھی آپ کی بعد کی قربانیاں ضرور کر دیں گی۔

پس اللہ ہمیں ان قربانیوں کو اس طرح پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ اللہ کے پیار اور محبت کی نظریں ہم پر پڑیں اور ہمیشہ پڑتی رہیں۔ اس آخری نصیحت کے ساتھ اب میں اس خطبہ عید کو ختم کرتا ہوں۔ آیئے اب ہم دعا میں شامل ہو جائیں۔

ایک منٹ، میں نے مسنون خطبہ دینا تھا۔ خطبہ سے پہلے یہ بھی بتا دوں کہ بڑی عید جسے ہم کہتے ہیں آج کی عید، اس کے بعد مصافحے نہیں ہوا کرتے کیونکہ آپ سب نے جانا ہے اور قربانیاں پیش کرنی ہیں اور پھر باربی کیو بھی لگانے ہیں اور اس باربی کیو میں اپنے ان ہمسائیوں کو بھی یاد رکھ لیں جن کو وہ توفیق نہیں ملی۔ اور ایک بچے سے میں نے کل پوچھا کہ بتاؤ تم کیا کرو گے کس طرح باربی کیو بناؤ گے؟ اس نے کہا کہ ہم اس طرح بنائیں گے کہ اپنے رشتہ داروں کو بھی بلائیں گے، سب جگہ نظر ڈالیں گے کون کون ہے اور پھر وہاں دیکھیں گے اگر کسی ایسے آدمی کو دیکھیں گے جس کے پاس باربی

کیونہیں ہے تو اس کو بھی دعوت دیں گے۔ بہت ہی مجھے پیاری بات لگی۔ میں نے کہا سبحان اللہ یہ ہیں احمدی بچے جو آئندہ زمانے کی عظیم نسلیں پیدا کرنے والے ہیں۔اسی روح کے ساتھ دنیا میں ہر جگہ ،اس جگہ تو شاید اس کی ضرورت شاذ کے طور پر پیش آئے اور دنیا میں ہر جگہ تلاش میں رہیں کہ آپ کے باربی کیو کی خوشیوں میں وہ محروم بھی شامل ہو جائیں جن کو خوشیاں نصیب نہیں ہوسکیں۔تو اس کے بعد میں اب وہ مسنون خطبہ پڑھتا ہوں اور پھر دعا اور پھر اجازت۔

مصافحہ نہیں ہوگا اب واپس جا کر اپنی اپنی عید کی جو روزمرہ کی تیاریاں ہیں ان میں مصروف ہوں۔اللہ آپ کا آج کا کھانا بابرکت کرے اور کوئی بد اثر پیچھے چھوڑ کر نہ جائے۔بعض دفعہ یہ نعمت کا گوشت زحمت کا گوشت بھی بن جایا کرتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے۔فرماتے ہیں اور بڑی پیاری بات ہے جو میں نے ایک دفعہ اتفاقاً معلوم کی تھی مجھے نہیں پتہ تھا کہ مسیح موعودؑ کی یہاں تک بھی نظر تھی اس زمانے میں کہ کون سی قوم زیادہ گوشت کھاتی ہے؟ ایک دفعہ ایک کشمیری نے مجھے بتایا کہ دنیا میں پٹھان مشہور ہیں گوشت کھانے والے مگر جیسا کشمیری کھاتے ہیں ویسا دنیا کی کوئی قوم نہیں کھاتی۔تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں آج کے دن بعض کشمیریوں کے پیٹ تو بکروں کے مدفن ہوں گے اور یہ فرما کر یہ خیال گزرا کہ کہیں کشمیری اسے کسی قسم کے تکلیف دہ طعن نہ سمجھیں،فرمایا کشمیریوں پر ہی اکتفا نہیں اور بھی بہت سے ہیں جو اس طرح کھائیں گے مگر جیسا کشمیری حق ادا کرتا ہے گوشت کھانے کا ویسا نہیں کوئی اور کرتا۔(ملفوظات جلد ا صفحہ: ۳۲۶) مگر حق ادا کرنے کے بعد پھر وہ اپنا حق، اپنی قیمت بھی وصول کرتا ہے۔اگلے دو تین دن پھر ہومیو پیتھک مطالبے دوائیوں کے شروع ہوجائیں گے۔ تو کھائیں مگر اس سلیقے سے کھائیں كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (الاعراف:۳۲) مزے اڑائیں مگر اسراف نہ کرنا ورنہ آج کا سارا مزہ بڑی تکلیف کے ساتھ قیمت دے کر آپ کے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔بہر حال یہ ضمناً ایک مشورہ تھا اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضور نے خطبہ ثانیہ ارشاد فرمایا اور دعا کروائی۔